فاروقِ اعظمؓ

خورشید احمد انور

فاروق اعظم رضہ

مجلس فلاحِ ملّت نے
فلاحِ ملّت کیلئے
شائع کیا

خورشید احمد انور

مصنّف کی انگریزی تصنیف کا اردو ترجمہ

ینگ پیپل پبلشنگ بیورو لاہور

بار چہارم

قیمت ۱۲ار

قبولِ اسلام

دشمن

ابن خطاب مکہ میں اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن تھا۔ بلند و بالا قد مضبوط جسم، پچکے ہوئے گال، گھنی داڑھی، لمبی مونچھیں، اور بھاری آواز۔ ایسی خصوصیات تھیں جو اُسے کسی قوم پر مسلّط کر دینے کے لئے کافی تھیں۔ اس کی بہادری کی وجہ سے لوگ اس سے خوف کھاتے، اور اس کا احترام کرتے تھے۔

اُسے اسلام سے سخت نفرت تھی۔ وہ کفّار کی انہیں مشرکانہ رسوم پر عامِل تھا جو اس کے باپ دادا کے وقت سے چلی آتی تھیں۔ مسلمانوں کو ستانا اور دکھ پہنچانا آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ اور اسی میں وہ خوشی

محسوس کرتا۔

کفار کے آمادہ کرنے پر ایک دن اُس نے رسولِ خدا کو قتل کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اور تلوار لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا رُخ کیا۔ راہ میں جب ایک شخص نے عمر کو اس حالت میں دیکھا تو کہا۔ کہ رسولِ خدا کو قتل کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہاری بہن بھی مسلمان ہو چکی ہے۔ یہ سُن کر اس نے غضبناک ہو کر بہن کے مکان کا رُخ کیا۔

بہن اِس وقت قرآن پاک کی آیات کی تِلاوت کر رہی تھی۔ غضبناک بھائی کے پاؤں کی آہٹ پہچان کر اس نے اِن مقدس اوراق کو چھپا دیا۔ لیکن عمر نے اپنے کانوں

سے سُن لیا تھا۔ کہ وہ قرآن پڑھ رہی ہے
لہٰذا وہ کوئی عذر سننے کو تیار نہ تھا۔
بھائی نے بہن کو آبائی مذہب چھوڑنے پر
نہ صرف سخت سست کہا، بلکہ زد و کوب
بھی کیا، جس سے وہ لہو لہان ہو گئی۔
لیکن وہ اپنے ایمان پر قائم رہی اور بار
بار کہنے لگی۔ کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے
محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور اب دنیا
کی کوئی طاقت اُسے اسلام سے ہٹا کر
بُت پرستی کی طرف نہیں لے جا سکتی۔
بہن کا یہ حیرت انگیز استقلال سنگدل
بھائی پر اثر کئے بغیر نہ رہا۔ جب اُس
کا غصہ فرد ہوا اور مزاج میں سکون
آیا۔ اُس نے قرآن پاک کے اوراق طلب
کئے۔ اُنھیں پڑھا اور سمجھا۔ صداقت کتنی

سادہ اور واضح تھی۔ دل میں گھر کر گئی
غضبناک عمرؓ اب ایک نرم دل مومن
کی حیثیت سے بارگاہ نبوی میں حاضر
ہوا۔ اور آقائے دو جہاں کے آگے سر تسلیم
خم کر کے اسلام جو انسانیت کا مذہب ہے
قبول کیا۔

دوست

عرب کے اس بہادر اور جانباز فرزند کے قبولِ اِسلام سے مسلمانوں میں مسرت کی لہر دَوڑ گئی۔ اور ان کی قوت میں زبردست اضافہ ہو گیا۔ اِسلام کی عالمگیر برادری میں آپ کا شامل ہو جانا دشمنانِ اسلام اور کفارِ مکہ نے تشویش کی نگاہوں سے دیکھا۔

اس وقت مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے کعبہ میں ڈرتے ہوئے قدم رکھتے تھے۔ کیونکہ اگر کفار کو اِن لوگوں کی آمد کا پتہ چل جاتا۔ تو وہ انھیں سخت ایذائیں دیتے۔

اس مقام میں جسے خدائے واحد کی

عبادت کے لئے بنایا گیا تھا۔ جا بجا بُت رکھے ہوئے تھے۔ جن کی یہ لوگ پوجا کرتے تھے۔

لیکن اب زمانہ ایک نئی کروٹ لے رہا تھا۔ شیدایانِ اسلام نے کھلے بندوں اپنے مذہب کا اعلان کیا۔ اور رسولِ خدا کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت عمرؓ بلا خوف و خطر مسلمانوں کو خانۂ کعبہ میں خدا کی عبادت کے لئے لے جاتے۔ اور کسی کو انھیں روکنے کی جرأت اور ہمت نہ ہوتی۔ ہجرت کے موقعہ پر بھی حضرت عمرؓ نے اپنے اس ارادے کو کسی سے چھپانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ بلکہ قریش کو للکار کر کہہ دیا کہ اگر اُن میں ہمت ہے تو اُنھیں مدینہ جانے سے روک لیں لیکن روکنا تو درکنار کسی شخص کو اُن کے سامنے اُنگلی تک اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

خلافت

حضرت ابوبکر صدیقؓ بیمار ہوئے تو آپ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو طلب فرمایا اور دریافت کیا "عمرؓ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟" حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ عمرؓ ایک بلند مرتبہ الشان ہیں، لیکن قدرے تند مزاج۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "تم ٹھیک کہتے ہو۔ کہ وہ سخت مزاج ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ دیکھتے ہیں۔ میں نرم دل ہوں اور میرا خیال ہے کہ خلافت کا بوجھ ان کے مزاج میں تبدیلی، پیدا کردے گا۔

اس کے بعد آپ نے حضرت عثمانؓ کو

بلایا۔ اور اُن سے بھی یہی سوال کیا۔ آپ نے
کہا کہ عمرؓ کو آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔
لیکن مجھے اس بات کا پختہ یقین ہے کہ وہ
نیک دل انسان ہیں۔ اور ہم میں آج تک
اِن کا کوئی ثانی نہیں"۔ حضرت ابوبکرؓ نے اِن
کے علاوہ بھی کئی دوسرے صحابہ سے مشورہ
کیا۔ اور سب نے آپ کی رائے کو پسند
کیا۔

اِعلانِ خلافت

ایک دن حضرت ابو بکرؓ مکان کی چھت پر تشریف لے گئے۔ اور ان لوگوں کو جو آپ کے سامنے جمع ہوئے تھے۔ خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"جس آدمی کو میں تمہارا خلیفہ مقرر کر رہا ہوں، وہ میرے خویش و اقارب میں سے نہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم سب بھی اس کو پسند کروگے۔ میں نے اِس معاملہ پر کئی دن غور کیا ہے۔ اور کسی کو عمرؓ کے سوا خلیفہ بننے کا اہل نہیں پایا۔"

عوام نے آپ سے اتفاق کیا۔ اِنھیں، اس بات کی بھی خوشی تھی کہ حضرت عمرؓ

بڑے بہادر اور جری تھے۔ اور کئی سال
تک رسولِ خداؐ کی خدمتِ بابرکت میں رہ
چکے تھے۔ اور نبی کریمؐ کو بھی آپ پر پُورا
بھروسہ اور اعتماد تھا۔ اور حضرت ابوبکرؓ
نے بھی اپنے زمانۂ خلافت میں اِنھیں اپنا
معتبر مشیر اور معاملہ فہم دوست سمجھا۔

خلیفۂ ثانی

خلیفہ

حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا۔

"میں اپنے ملک کو ایک اونٹ کے مشابہ سمجھتا ہوں۔ جو خاموشی کے ساتھ اپنے آقا کا حکم مانتا ہے۔ اِس کے آقا کا فرض ہے کہ وہ اِس کو صحیح راستے پر لے جائے۔ قسم ہے مجھے ربِّ کعبہ کی کہ میں تمھیں سیدھے اور صحیح راستہ پر لے جاؤں گا۔"

سیف اللہ

حضرت خالدؓ بہت بڑے جرنیل تھے، آپ نے قبولِ اسلام کے بعد اپنی جانبازی کے بے مثال جوہر دکھائے۔ اور کئی فتوحات حاصل کیں۔ رسولِ خدا انھیں سیف اللہ (اللہ کی تلوار) کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو آپ پر پورا اعتماد تھا۔ آپ جہاں اور جس طرف بھی گئے فتح و نصرت نے آپ کے قدم چومے، آپ نے اہلِ روما کو شکست دی۔ اور شام، عراق اور فلسطین کو فتح کیا۔

جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے، آپ، جنگِ یرموک میں مصروفِ پیکار تھے اور

ایک جانباز مجاہد کی حیثیت سے آپ کی
شہرت نصف النہار پر تھی۔ آپ کا نام،
فتح و نصرت کا ضامن سمجھا جاتا تھا۔ آپ
کے مجاہدانہ کارناموں کی وجہ سے لوگ آپ
کے دل دادہ و شیفتہ تھے۔

حضرت عمرؓ کو حضرت خالدؓ کا عروج
پسند نہ آیا۔ آپ نے سوچا ایک فانی انسان
کے لئے اتنا اقتدار اچھا نہیں۔ فتح و نصرت
خدا کی دین ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بندے
اپنے معبود حقیقی کو بھول جائیں۔ چنانچہ
آپ نے حضرت خالدؓ کو معزول کر دیا اور
اُن کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو
سپہ سالار مقرر کیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ گو
عمر رسیدہ تھے، مگر ایک جہاں دیدہ سپاہی،
تھے۔ حضرت خالد پر اِس برطرفی کا کوئی

اثر نہ ہوا۔ اُنھوں نے خلیفہ کے اِس
حکم کو بسر و چشم قبول کیا اور ایک
سپاہی کی حیثیت سے زیادہ بہادری،
دلیری اور جانبازی سے دادِ شجاعت
دیتے رہے اور سلطنتِ روما کی قِسمت
کا فیصلہ آپ ہی کے ہاتھوں ہوا۔

فتح یرموک

جانبازانِ اسلام نے یرموک کو فتح کرلیا۔ شام کے تمام قلعے سر ہو گئے۔ فلسطین کے ہر شہر پر ہلالی پرچم لہرانے لگا لیکن بیت المقدس ابھی مسلمانوں کے قبضے میں نہ آیا تھا۔ اس کے باشندوں نے اپنے آپ کو اس مقدس شہر میں قلعہ بند کر لیا تھا اسلامی فوجوں نے ایک مدت تک اِس کا محاصرہ کیئے رکھا۔ آخر اس سے تنگ آکر اُنھوں نے صلح کی خواہش کا اظہار کیا۔ لیکن اُن کی ایک شرط تھی کہ صلح نامہ پر دستخط کرنے کے لئے خلیفۃ المسلمین بذاتِ خود تشریف لائیں۔

حضرت ابو عبیدہؓ کبھی لڑائی پر صلح کو ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت عمرؓ کو تمام صورتِ حالات سے آگاہ کیا۔

سفرِ یورو شلم

جب حضرت عمر مدینہ منورہ سے چلے
تو آپ کے ہمراہ صرف ایک غلام اور
ایک اونٹ تھا۔ ایک مقررہ فاصلے تک
حضرت عمر اونٹ پر سوار ہوتے اور غلام
نکیل تھامے رہتا۔ اس کے بعد غلام
اونٹ پر سوار ہو جاتا۔ اور خلیفۃ المسلمین
اونٹ کی مہار تھامتے۔ یہ اس زمانے کا
ذکر ہے جب اسلامی پرچم کئی ملکوں پر
لہرا رہا تھا اور یہ اس خلیفہ کا حال
تھا۔ جس کے خوف و دبدبہ سے قیصر و
کسریٰ کانپا کرتے تھے۔

حضرت خالدؓ اور ابو عبیدہؓ خلیفۃ المسلمین کے

استقبال کو آئے۔ حضرت عمرؓ ان کے رنگ، برنگ لباس کو دیکھ کر غضبناک ہو گئے اور فرمایا۔

"یہ طور طریقے سپاہیوں کے سے نہیں"۔

لیکن جب اُنھوں نے بتایا کہ اِن عباؤں کے نیچے وہ زرہ بکتر پہنے ہوئے ہر قسم کے اسلحہ سے مسلح ہیں تو آپ کو تسلّی ہوئی۔ صلح نامہ پر دستخط ہو گئے۔ عیسائیوں نے خراج ادا کر دیا۔ اور بیت المقدس کے دروازے کھول دئے گئے۔

بَیتُ المقدّس

حضرت عمرؓ شہر بیت المقدس میں داخل ہوئے لیکن مسلمان خلیفہ کی یہ شان تھی کہ لباس اور جوتوں کو پیوند لگے ہوئے تھے۔ فاتح اسلامی فوج نے آپ کا پرتپاک خیرمقدم کیا۔ چند آدمیوں نے آپ کی خدمت میں خوبصورت لباس اور ایک ترکی النسل گھوڑا پیش کیا۔ مگر آپ نے اُن کی پیش کش کو یہ کہتے ہوئے رد کر دیا کہ اللہ تعالےٰ نے ہمیں جو عزت بخشی ہے وہ اسلام کی عزت ہے۔ اور ہمارے لئے وہی کافی ہے۔

آپ ابھی بیت المقدس میں ہی تھے،

کہ نماز کا وقت آگیا۔ آپ باہر تشریف
لے آئے۔ اور سیڑھیوں پر نماز ادا فرمائی
بعض لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو
آپ نے فرمایا کہ اگر میں اندر نماز پڑھتا
تو مسلمان میری مثال کو دیکھ کر قاعدہ
بنا لیتے۔ کہ انھیں بھی اندر ہی نماز
پڑھنی چاہیئے۔ اور اس سے عوام کو تکلیف
ہوتی۔ آپ نے واضح الفاظ میں حکم دے
دیا کہ سیڑھیوں کے اوپر نہ اذان دی
جائے۔ اور نہ امامت کرائی جائے۔

مسجد کی تعمیر کے لئے آپ نے ایک
اور جگہ پسند فرمائی۔ یہ مسجد آج تک
قایم ہے۔ اور مسجد عمرؓ کے نام سے
مشہور ہے۔

پاسِ عہد

جانبازانِ اسلام ایرانی سرحدوں پر بھی مصروفِ پیکار تھے۔ اِن افواج کے سپہ سالار مثنیٰ بن حارث تھے۔ حضرت عمر نے اِن کی جگہ حضرت ابوعبیدہ بن مسعود کو سپہ سالار مقرر فرمایا۔ ایرانی افواج کا سپہ سالار رستم تھا۔ اس نے بہادرانِ عرب کے مقابلہ میں دو فوجیں روانہ کیں۔ ابوعبیدہ نے دونوں کو شکست دی۔ اور اُن کے جابان نامی جرنیل کو ایک عرب سپاہی نے پکڑ لیا۔

لیکن اس کو یہ معلوم نہ تھا کہ اس کا قیدی کون ہے؟ اس نے عرب

سپاہی کی ناواقفیت سے فائدہ اُٹھایا اور التجا کی کہ میں بوڑھا اور کمزور ہوں اور تمہارے کسی کام نہ آسکوں گا۔ اگر تم مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں اپنے بدلے میں دو غلام دوں گا۔ سپاہی مان گیا۔ لیکن جب دوسرے سپاہیوں نے جابان کو پہچانا تو وہ اُسے ابو عبیدہ کے پاس لے گئے، وہ اُسے چھوڑنا نہیں چاہتے تھے کیونکہ اس نے دھوکا دے کر امان حاصل کی تھی۔ لیکن حضرت ابو عبیدہ نے فیصلہ کیا کہ ہم میں سے جو بھی کسی کے ساتھ عہد کر لیتا ہے۔ ہم سب کو اُس کا پابند رہنا چاہیئے۔ چنانچہ ایرانی جرنیل کو بحفاظت تمام اس کے کیمپ تک پہنچا دیا گیا۔ عربوں کی طاقت کا لوہا سب مان

چکے تھے۔ اُن کا نام سن کر بھی دشمنوں کے دل کانپنے لگتے تھے۔ ایک دن قرب و جوار کے کچھ سردار فاتح جرنیل کی خدمت میں انواع و اقسام کے کھانے لے کر حاضر ہوئے۔ لیکن ابو عبیدہؓ نے کہا کہ "میں اِن کھانوں میں سے ایک لقمہ بھی نہیں کھا سکتا۔ جب تک ہر وہ سپاہی جس نے اس مہم میں میرا ساتھ دیا ہے، میرے ساتھ شامل نہ ہو۔

مثنےٰ

رستم ایران کا شہ زور اور بہادر جرنیل تھا۔ جب اُسے ایرانی فوجوں کی شکست و پسپائی کی خبر ملی تو وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے ایک اور زبردست فوج جس میں کوہ پیکر ہاتھی شامل تھے، مسلمانوں کے مقابلہ کو بھیجی۔ ابو عبیدہؓ سے اس موقعہ پر ایک چوک ہوگئی۔ وہ ایرانی فوج کے اس نئے طرزِ جنگ کو نہ سمجھ سکے۔ ایرانی فوج دریائے فرات کے مشرقی کنارے پر خیمہ زن تھی۔ حضرت ابو عبیدہ نے جوشِ شجاعت میں حکم دے دیا کہ دریا پر کشتیوں کا پل بناکر اسلامی فوج جلد دشمن پر دھاوا بول دے۔

اگرچہ بعض ماتحت افسروں نے اس تجویز کی مخالفت کی، لیکن ابوعبیدہ نے ان کی تجویز کو پسند نہ کیا اور اپنی بات پر اڑے رہے۔

ایرانی فوج نے جان توڑ مقابلہ کیا۔ ایرانیوں کے ہاتھی عربوں کے گھوڑوں کے لئے ایک مصیبت بن گئے۔ وہ اِن دیوپیکر ہاتھیوں کو دیکھ کر خوف زدہ ہو رہے تھے۔ اِس خیال سے کہ مسلمان میدانِ جنگ میں ڈٹ کر مقابلہ کریں اور بھاگنے کی شہ نہ ملے ایک سپاہی نے پیچھے سے کشتیوں کا پُل توڑ دیا۔ ایرانی پیشقدمی کر رہے تھے۔ لیکن مثنیٰ آگے بڑھ کر فولادی دیوار کی طرح ڈٹ گیا اور اس نے اپنی بے مثال بہادری سے ایرانیوں کے بڑھتے ہوئے ریلے کو روک

دیا۔ اس کے باوجود چودہ ہزار مسلمان دریا میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ ایک مست ہاتھی نے ابوعبیدہؓ کو پاؤں تلے دے کر شہید دیا۔

اس نقصانِ عظیم نے مسلمانوں کے دلوں میں انتقام کی آگ بھڑکا دی۔ اگلے روز جب میدانِ کارزار گرم ہوا تو بہادرانِ اسلام شوقِ شہادت میں دیوانہ وار آگے بڑھے ایک سے ایک بڑھ کر دادِ شجاعت ومردانگی دے رہا تھا۔ مسلمان طوفانِ بلا کی طرح ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اور ایرانیوں کو نرغے میں لے لیا۔ کچھ جانباز ایرانی فوج کے قلب میں گھس گئے۔ ایرانی اس بے پناہ حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ اور میدانِ جنگ سے بھاگ نکلے۔ مسلمانوں نے دور تک ان

کا تعاقب کیا اس روز ایک لاکھ ایرانی
اپنے سالار سمیت دریائے فرات کے کنارے
مارے گئے۔

اس ذلت آمیز شکست نے ایرانیوں کے
دلوں میں انتقام اور غصّے کی آگ بھڑکا دی
تمام بہادر ایرانی سردار اپنے تفرقوں کو مٹا کر
ایک جھنڈے تلے جمع ہو گئے اور متحد صورت
میں عربوں کا مقابلہ کرنے کے لئے منصوبے
سوچنے لگے۔ اُنھوں نے اپنی ملکہ کو معزول
کر کے اس کی جگہ ایک نیا بادشاہ تختِ
ایران پر بٹھا دیا۔ ان کا مقصد صرف یہی
نہ تھا۔ کہ عرب کے بدوؤں کو ملک سے نکال
دیا جائے۔ بلکہ وہ چاہتے تھے کہ عربوں
سے اپنی ذلت آمیز شکست کا بدلہ لیں۔
حضرت عمرؓ کو دم بدم اطلاع پہونچ رہی

تھی۔ ایرانیوں کی تیاریوں کو دیکھ کر آپ نے
عرب کے تمام آتش مزاج بہادروں کو جمع کیا
اور سعد بن ابی وقاصؓ کو ان کا سپہ سالار
مقرر کرکے ایران کی طرف روانہ کیا۔ حضرت
عمرؓ چاہتے تھے کہ وہ بہ نفسِ نفیس اِس
فوج کی کمان کریں۔ لیکن لوگ اِس پر راضی
نہ ہوئے۔ اور آپ کو مجبوراً مدینہ میں ہی
رُکنا پڑا۔

شانِ بے نیازی

شہنشاہِ ایران کے دربار میں ایک درجن کے قریب بدو عرب جو کبھی جاہل سمجھے جاتے تھے۔ لیکن آج اُن کی شہرت و جوانمردی کا سکّہ تمام عالم پر چھایا ہوا تھا۔ بحیثیت سفیر آئے۔ وہ قتل و غارت گری کو بند کرنے اور صلح کی شرائط پیش کرنے آئے تھے۔

اس وقت اسلامی فوجیں قادسیہ میں خیمہ زن تھیں۔ شہنشاہِ ایران نے عرب سفیروں کی آمد کی اطلاع سن کر اپنے دربار کو اعلیٰ مذاق کے مطابق آراستہ کیا۔ تاکہ عرب سفیروں پر ایرانی شان و شوکت اور رعب د

دبدبہ کا اثر پڑے لیکن یہ دیکھ کر وہ
ششدر رہ گیا کہ اِس کے عجیب وغریب
مہمانوں پر دربار کی شان و شوکت کا ذرّہ
بھر اثر نہ ہوا
شہنشاہِ ایران نے متکبرانہ انداز میں اِن
کو خطاب کرتے ہوئے کہا "تم نے ہمارے
ملک میں کیوں مداخلت کی
نعمانؓ نے جو اس وفد کے سردار تھے
جواب دیتے ہوئے کہا:-
ہم لوگ ذلیل تھے اور بتوں کی پوجا
کیا کرتے تھے، ہم ہمیشہ ایک دوسرے
سے برسرِ پرخاش رہتے، اپنی لڑکیوں کو
زندہ گاڑ دیتے تھے، ہم شراب پیتے اور
جوا کھیلتے تھے اور ہر بڑے کام میں حصہ
لیتے تھے، لیکن آخرکار ہم میں ایک شخص

پیدا ہوا، جسے خدا نے ایک کتاب دی، اور اپنا آخری رسول بنایا۔ اب ہم خدا کا حکم بجا لا رہے ہیں کہ تمہیں اپنا مذہب قبول کرنے یا خراج ادا کرنے کی دعوت دیں۔ اگر تم خدا کا یہ سچا دین قبول کرو تو ہم تمہیں اللہ کی کتاب دیں گے، اِس صورت میں ہم تمہارے ملک میں کسی قِسم کی مداخلت نہ کریں گے۔ بلکہ ہم اور تم بھائی بھائی بن جائیں گے۔ لیکن اگر تم اسے پسند نہ کرو تو ہم خراج قبول کرلیں گے۔ اور اس کے بدلے میں تمہاری حفاظت کریں گے۔ اِن دونوں صورتوں سے انکار کرو گے تو میدانِ جنگ ہمارا تمہارا فیصلہ کرے گا۔ اب یہ تمہارا کام ہے ان میں سے جو چیز تمہیں پسند ہے اُسے قبول کرلو۔"

نعمانؓ کی تقریر سن کر شہنشاہِ ایران نے قہقہہ لگایا۔ اور کہنے لگا۔

"تم غریب اور تباہ حال تھے۔ جب کبھی تم ہمارے خلاف سر اُٹھاتے تھے تو ہم کسی ادنیٰ سردار کو تمہاری گوشمالی کے لئے مقرر کردیا کرتے، جو تمہیں آسانی سے خاموش کردیا کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اِن اتفاقی فتوحات نے تمہارا دماغ بگاڑ دیا ہے۔ اگر غربت اور مفلسی نے تم کو لوٹ مار پر مجبور کردیا ہے تو ہم تمہیں کچھ روپے دے دیتے ہیں۔ اور تم پر کوئی مہربان اور رحم دل حکمراں مقرر کر دیتے ہیں۔

عرب سفیروں نے شہنشاہ کی اس متکبرانہ تقریر پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ انھیں تسلیم تھا کہ اس سے پہلے وہ کمزور اور بدعمل لوگ

تھے۔ لیکن اب اللہ کے رسول برحق نے انھیں عالی حوصلگی اور قناعت کا ایسا سبق دیا تھا۔ اور مذہب نے انھیں اس قدر بلند کر دیا تھا کہ وہ دنیا کی ہر بڑی سے بڑی طاقت کے خلاف نبرد آزما ہونے کو تیار تھے۔ جو ان کی شرائط کو تسلیم نہ کرے۔

اس جواب نے شہنشاہِ ایران کو بے حد غضب ناک کر دیا۔ اس نے درشتی سے کہا "اگر سفیروں کا قتل نامناسب نہ ہوتا تو تم میں سے ایک بھی زندہ بچ کر نہ جاتا میں تمہاری اس گستاخانہ روش کو معاف کرتا ہوں" تاہم اس نے حکم دیا کہ مٹی کی ایک ٹوکری ان کے سردار کے سر پر رکھ دی جائے اور انھیں شہر سے باہر

نکال دیا جائے اس نے پیچ و تاب کھاتے
ہوئے کہا :-
"اب بھاگ جاؤ میرا بہادر جرنیل رستم
تم سب کو قادسیہ کی خندق میں دفن
کر کے ہی دم لے گا۔

نیک شگون

جب یہ سفیر واپس لوٹے تو سیدھے
اپنے سپہ سالار سعد بن ابی وقاصؓ کی خدمت
میں حاضر ہوئے اور بولے ہم ایک نیک
شگون لے کر آئے ہیں شہنشاہِ ایران نے
اپنے ہاتھوں خاکِ ایران ہمارے حوالے ،
کر دی ہے اور حقیقت میں یہ نہایت اچھا
شگون ثابت ہوا۔

رستم

رستم بھی اس کا خواہش مند تھا کہ لڑائی نہ ہو۔ وہ دو لاکھ کے لشکرِ جرّار کے ساتھ میدانِ قادسیہ میں عربوں کے سامنے ڈیرے ڈالے پڑا تھا۔ اب تک وہ جنگ سے گریز کر رہا تھا۔ اور صلح کا آرزومند تھا۔ ایک دن اس نے عربوں کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنا ایک نمائندہ بھیجیں جس کے ساتھ صلح کی شرائط طے کی جا سکیں۔

مسلمان بھی بلا وجہ خوں ریزی کو پسند نہ کرتے تھے۔ اُنھوں نے اِس تجویز

کو منظور کیا۔ اور اپنا نمائندہ بھیج دیا۔ رستم نے اس موقعہ پر ایک عظیم الشان دربار منعقد کیا۔ چاندی اور موتیوں کا ایک شامیانہ نصب کیا۔ اِس میں نفیس اور بہترین ایرانی قالین بچھائے اور خود سونے کے ایک تخت پر بیٹھ گیا۔

جب عرب نمائندہ آیا تو وہ گھوڑے سے اُترے بغیر رستم تک پہونچ گیا۔ اور پھر تخت پر چڑھ کر بغیر کسی تکلف کے رستم کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ رستم کے درباریوں کو عرب نمائندے کی یہ روش سخت ناگوار گذری اور وہ بہت برافروختہ ہوئے۔ لیکن وہ ایک سفیر تھا۔ اور ہر قسم کی توقیر کا حق دار۔

عرب سفیر تخت سے اُٹھ کھڑا ہوا او

اپنا چمکتا ہوا خنجر نکال کر قالین کا ایک ٹکڑا کاٹ کر زمین کو ننگا کر دیا۔ اور کہنے لگا، "یہ وہ تخت ہے جو اللہ نے ہم کو دیا ہے اور اس کو میں تمہارے سونے کے تخت سے بہتر سمجھتا ہوں" اور صلح کی یہ کوشش بھی ناکام رہی۔

جنگ قادسیہ

رستم کے پاس بہت زیادہ تعداد میں ہاتھی تھے۔ اور یہ ہاتھی ہمیشہ عرب گھوڑوں کے لئے خوف اور دہشت کا موجب بنے رہے۔ رستم نے اِن ہاتھیوں کو اس طرح ترتیب دیا کہ وہ ایک ناقابلِ تسخیر دیوار بن جائیں۔ قادسیہ کی یہ جنگ تین دن تک رہی ہزارہا تیر اِن پر ضائع کئے گئے، مگر ہاتھیوں پہ اِن کا کچھ اثر نہ ہوا۔

آخر مسلمانوں نے اِن سے نبٹنے کے لئے ایک تجویز سوچ ہی لی۔ اُنھوں نے اونٹوں کی لمبی اور بڑھی ہوئی گردنوں پر لمبے لمبے برقعے اُوڑھا دیئے۔ جن سے اِن کی شکل و شباہت

ایسی ڈراؤنی اور خوفناک ہوگئی کہ ایرانی گھوڑے اور ہاتھی خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔ اور انھوں نے اپنی ہی فوجوں کو روندنا شروع کر دیا۔

تیسرے دن گھمسان کا رَن پڑا۔ جنگجو فوجیں دن بھر دادِ شجاعت دیتی رہیں۔ رات کو بھی انھوں نے ایک دوسرے پر تازہ حملے کیے اور جنگ پوری شدت کے ساتھ جاری رہی آدھی رات کے وقت کچھ مسلمانوں نے اس جگہ کو گھیر لیا، جہاں رستم بیٹھا، سپاہیوں کا دل بڑھا رہا تھا۔

وہ اپنے تخت سے اُترا اور زخمی ہوکر بھاگ نکلا۔ ایک بہادر عرب نے اُس کا تعاقب کیا۔ اور جب وہ ندی کو پار کرنے کی کوشش کر رہا تھا، گھسیٹ کر ندی سے

باہر نکالا اور قتل کر دیا۔

اس کے بعد وہ بلند آواز سے چلّایا، "خدا کی قسم میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے" یہ سن کر ایرانی فوج میں کھلبلی مچ گئی، اور ایرانی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے، رستم کا قتل ایران کی تباہی کا پیش خیمہ ثابت ہوا

قادسیہ کا قاصد

خلیفۃ المسلمین جنگ قادسیہ کے فیصلے کا بے تابی سے انتظار کیا کرتے تھے، آپ ہر روز شہر سے باہر نکل کر میدانِ جنگ سے آنے والے قاصدوں کا انتظار فرمایا کرتے۔

ایک شتر سوار جو فتح و نصرت کی خبر لا رہا تھا، بڑی تیزی سے آ رہا تھا۔ کہ فتح کی خوشخبری حضرت عمرؓ کو سنائے، راہ میں اُسے فاروق اعظمؓ ملے۔ آپ نے سوار کو روکنے کی کوشش کی، مگر وہ نہ رکا۔ اب آپ اونٹ کے ساتھ بھاگے جا رہے تھے اور اس سے جنگ کا حال پوچھتے جاتے تھے جب اسی حالت میں وہ شہر میں داخل ہوئے

تو لوگ خلیفہ کے احترام کے لیے کھڑے ہوگئے
جو قاصد کی رکاب سے چمٹے ہوئے تھے
جب قاصد کو یہ علم ہوا تو وہ سخت
گھبرایا۔ اور خوف سے اس کا چہرہ زرد ہوگیا
اس نے چاہا کہ اونٹ سے نیچے اُتر آئے۔
لیکن حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ:۔
"گھبراؤ نہیں"

عوام سے خطاب

لوگ جوق در جوق جنگ قادسیہ کی خبر سننے کے لئے مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "نہ میں کوئی بادشاہ ہوں اور نہ میں تمہیں غلام بنانا چاہتا ہوں، میں خود اللہ کا ایک ادنیٰ بندہ ہوں اور صرف خلافت کے فرائض پورے کر رہا ہوں۔

اگر میں ان فرائض کو ایسے طریقے سے پورا کر رہا ہوں۔ جس سے تم خوش اور آرام سے رہو تو یہ میری خوش نصیبی ہے، اور اگر میں یہ چاہوں کہ تم میری غلامی میں رہو تو یہ میری بد نصیبی ہوگی۔ میرا کام محض زبان سے نہیں بلکہ عمل سے تمہاری رہنمائی کرنا ہے۔

فتح مدائن

ایران کا دارالحکومت مدائن بھی فتح ہو گیا۔ شہنشاہِ ایران بھاگ گیا اور فاتح فوج ایران میں داخل ہوگئی، شہریوں نے شاہی محل کو جو اپنے عجائبات اور مال و دولت کے لئے مشہور تھا، لوٹنا شروع کر دیا۔

جمعۃ المبارک کے روز اسلامی سپاہ شاہی محل میں داخل ہوئی، تخت کی جگہ منبر نے لی اور پہلی نمازِ جمعہ محل کے اندر ادا کی گئی۔

سعد ابن ابی وقاص رضؓ نے حکم دیا کہ محل کے سامانِ آرائش کو جوں کا توں رہنے دیا جائے۔ اور اس شاندار عمارت کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔

ان عجائبات میں سے جو خلیفۃ المسلمین کی خدمت میں بھیجے گئے ایک بڑا قالین بھی تھا، جو ساٹھ گز مربع تھا۔ یہ قالین سونے کے دھاگوں اور جواہرات سے مرصع تھا۔ جب یہ قالین مدینہ میں پہونچا تو کچھ لوگوں نے دربارِ خلافت میں عرض کی کہ اس نادر قالین کو عجائب روزگار سمجھ کر محفوظ رکھا جائے، مگر حضرت علیؓ نے اس کی مخالفت کی۔ چنانچہ دنیاوی شوکت و حشمت کا یہ زرق برق نشان ہزاروں ٹکڑیوں میں کاٹ کر عوام میں تقسیم کر دیا گیا۔

سونے چاندی کے بے حساب خزانوں کے علاوہ جواہرات کے انبار خلیفہؓ کے سامنے لگے ہوئے تھے۔ کوئی اور ہوتا تو مسرت سے پھولا نہ سماتا۔ مگر اِس مال و دولت کو دیکھ کر، حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، دیکھنے

والوں نے حیران ہوکر اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا :-
"مال و دولت کے ساتھ پاک دلوں کے اندر گناہ اور حَسد بھی اپنا گھر بنا لیتا ہے"

ہُرمزان

ہرمزان اسلام اور مسلمانوں کا بہت بڑا دشمن تھا۔ وہ حد درجہ کا بد دیانت اور بد عہد بھی تھا۔ وہ ایک ایرانی سردار تھا۔ جو مسلمانوں کے مقابلے میں کئی دفعہ نبرد آزما ہوا۔ اور جنگ قادسیہ میں اس نے بھاگ کر جان بچائی۔

جب اُسے گرفتار کیا گیا تو اُس نے اِسلامی جرنیل سے درخواست کی کہ اگر اُسے خلیفہ کی خدمت میں بھیج دیا جائے تو وہ اطاعت قبول کرلے گا۔

چنانچہ اُسے خلیفۃ المسلمین رضؓ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ خلیفہ نے اُس سے دریافت کیا

کہ تم اپنے لئے کیا سزا تجویز کرتے ہو۔ اس نے نہایت ہوشیاری سے جواب دیا۔ کہ جہالت کے زمانے میں جب خدا ہم دونوں میں کسی کے ساتھ نہ تھا۔ تو ہم ہمیشہ فتحمند ہوا کرتے تھے۔ مگر اب جب کہ خدا یقینی طور پر آپ کے ساتھ ہے، فتح و نصرت آپ کے ہمرکاب ہے۔ پھر اِس نے پانی کا ایک پیالہ طلب کیا۔ جب اسے پانی دیا گیا تو پیالہ ہاتھ میں لے کر اُس نے درخواست کی کہ جب تک میں یہ پیالہ نہ پی لوں، مجھے قتل نہ کیا جائے۔"

خلیفہؓ رضامند ہو گئے۔ ہرمزان نے پیالہ ہاتھ سے گرا دیا۔ پانی بہہ گیا۔ اور وہ کہنے لگا۔ آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے۔ آپ وعدہ کر چکے ہیں۔ میں نے پیالے کا پانی نہیں پیا۔ اور نہ اب میں اسے پی سکتا ہوں۔

سب حاضرین متفق تھے کہ اس نے نہایت ہوشیاری کے ساتھ موت سے نجات حاصل کی ہے، مگر خلیفہؓ کے لئے سوائے اس کے کوئی، اور چارۂ کار نہ تھا کہ وہ اپنا عہد پورا کریں۔ آپ نے فرمایا "تم نے مجھے دھوکا دیا۔ مگر میں ایسا نہیں کروں گا۔ تمہارے لئے یہ ہی بہتر ہے کہ تم اسلام قبول کر لو۔"

چنانچہ ہرمزان اس واقعہ سے متاثر ہو کر مسلمان ہو گیا اور مدینہ میں رہنے لگا۔ خلیفہؓ نے اس کے لئے وظیفہ مقرر کر دیا۔ حضرت عمرؓ اِس سے مطمئن تھے، اور ایران کے معاملات میں ہمیشہ اِس سے صلاح و مشورہ کیا کرتے۔

نعمانؓ

شاہ ایران نے اپنی کھوئی ہوئی سلطنت کو دوبارہ حاصل کرنے کی ایک اور کوشش کی۔ اس مقصد کے لیے اس نے بڑی فوج جمع کی۔ مسلمانوں کی طرف سے نعمانؓ کو ایرانیوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا گیا۔

یہ لڑائی بہت خوں ریز ثابت ہوئی، کشتوں کے پشتے لگ گئے۔ خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ یہاں تک کہ اُن میں گھوڑوں کے سُم ڈوب گئے۔ ایک تیر نعمانؓ کے بھی لگا۔ سپاہی اُسے اُٹھانے کے لئے بھاگے۔ لیکن اس نے ہمت سے جواب دیا۔ "لڑائی جاری رکھو اور مجھے خدا پر چھوڑ دو"

ایرانیوں کو شکست فاش ہوئی، وہ میدانِ جنگ سے بھاگے۔ مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا اور ایرانیوں کو پکڑ پکڑ کر کیفرکردار کو پہونچایا۔

نعمانؓ میدانِ جنگ میں پڑے جاں بلب تھے۔ ایک سوار آپؓ کے قریب سے گذرا۔ اور مرتے ہوئے جرنیل کو دیکھنے کے لئے اُترا نعمان نے آنکھیں کھولیں۔ اور پوچھا کیا خبر لائے ہو؟ اس نے جواب دیا۔ مسلمان کامیاب ہو گئے ہیں بہادر نعمان نے کہا "اللہ اکبر" یہ اچھی خبر خلیفۃ المسلمینؓ کو پہونچا دی جائے اور خود ابدی نیند سو گئے۔

حضرت عمرؓ نے اِس فتح کی خبر کو بڑی مسرت سے سنا۔ لیکن جب آپ کو نعمانؓ کی شہادت کا خیال آیا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ننھا مہمان

فاتح مصر حضرت عمرو رضؓ بن العاص اسکندریہ کی طرف جا رہے تھے۔ راہ میں ایک مقام پر کچھ عرصہ خیمہ زن رہے اس اثنا میں ایک کبوتر نے اِن کے خیمے میں گھونسلا بنا لیا جب سپاہی ان کا خیمہ اُکھاڑنے لگے تو حضرت عمروؓ کو رحم آگیا تو اُنھوں نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ "میرا خیمہ نہ اُکھاڑا جائے۔ تاکہ میرے ننھے مہمان کو تکلیف نہ ہو"

عرب کے وہ مسلمان جو میدانِ جنگ میں، دشمن کے لئے برقِ بلا بن جاتے تھے۔ اپنی ذاتی زندگی میں کس قدر بے ضرر اور شرافت کے پتلے اور رحم و کرم کے مجسمہ ہوتے تھے۔

نظم وضبط

انتظام سلطنت کو بہتر بنانے کے لئے ملک کو کئی صوبوں میں تقسیم کیا اور ہر صوبے کے انتظام کے لئے ایک ایک گورنر مقرر کیا گورنروں کو ہدایت ہوتی تھی۔ کہ نہ وہ ترکی گھوڑوں کی سواری کریں نہ عمدہ کپڑے پہنیں اور نہ نفیس غذائیں کھائیں۔ اور نہ ہی اپنے دروازوں پر دربان مقرر کریں۔ ان کے دروازے غریب رعایا کے لئے ہر وقت کھلے رہنے چاہئیں۔

ایک مرتبہ اطلاع ملی کہ مصر کا گورنر عیاضؓ ان احکام پر عمل نہیں کرتا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے ایک خاص قاصد بھیجا۔ اور اسے ہدایت کر دی کہ عیاضؓ جس حالت میں ہو اُسے دربار

میں حاضر کیا جائے۔ عیاذ نے اپنے دروازے پر دربان مقرر کر رکھے تھے۔ اور نفیس ململ کا لباس پہنے ہوئے تھا۔ چنانچہ اسے اسی حالت میں خلیفہؓ کے سامنے پیش کیا گیا۔

عیاذ کو اِس حالت میں دیکھ کر عمرؓ فاروق غضبناک ہو گئے۔ اور اس کے نفیس لباس کو برسرِ دربار پھاڑ کر تار تار کر دیا۔ اور بالوں کے کپڑے کا ایک موٹا لباس اُسے پہنا دیا۔ حضرت عمرؓ نے بکریوں کا ایک ریوڑ طلب فرمایا۔ اور عیاذ کو حکم دیا کہ وہ ہر روز انھیں چرانے کے لئے جایا کرے۔ چند دن تک ہی چرواہے کا کام کرنے سے اس کا مزاج درست ہو گیا۔ اور اس نے معافی مانگ لی۔

حضرت عمرؓ جو ایک منصف مزاج حاکم تھے، اسے معاف کر دیا۔ اور اُسے دوبارہ

اسی عہدے پر مصر بھیج دیا۔ اور اسے سختی سے ہدایت کر دی کہ آئندہ وہ صحیح راستہ پر چلے۔

پرچم اسلام ملک شام، فلسطین، مصر، عراق،
اور ایران پر اپنی پوری شان سے لہرا رہا تھا
اور جب ایران مکمل طور پر فتح ہو گیا اور
مغرور ایرانی شہنشاہ کے پاس سرزمینِ ایران
کا ایک انچ بھی باقی نہ رہا تو ایک روز حضرت
عمرؓ نے مدینہ کے لوگوں کو مسجد نبوی میں بلایا،
اور فرمانے لگے

"مغرور ایرانیوں کی حکومت ختم ہوگئی۔ اَب
تم ان کی وسیع سلطنت کے مالک ہو۔ یہ تمہاری
آزمائش کا وقت ہے۔ اللہ تعالےٰ نے تم کو یہ
دولت اور طاقت اس لئے دی ہے کہ تمہاری
قابلیت کی آزمائش کی جائے۔ تمہیں لازم ہے
کہ نیکی کے راستے پر قائم رہو۔ اور ہواوہوس
کو اپنے پاس نہ آنے دو۔ ورنہ یاد رکھو کہ اللہ
تعالیٰ یہ دولت و ثروت تم سے چھین لے گا۔"

شخصیّت

خلیفہ عمرؓ اپنی قوم کے خدمت گذار تھے، قوم کی خدمت کرنا ہی آپ کے لیئے خوشی اور فخر کا باعث تھا

رعایا کا حال معلوم کرنے کے لیئے حضرت عمرؓ رات کو مدینہ کا گشت کیا کرتے تھے، ایک رات گشت کرتے ہوئے آپ ایک مکان کے سامنے ٹھہرے۔ جو مدینہ سے قریباً تین میل کے فاصلہ پر تھا۔

مکان کے اندر روتے ہوئے بچوں کی درد بھری آواز نے اُن کے قدم پکڑ لیئے، آپ نے، دروازے پر دستک دی۔ جس پر ایک عورت باہر آئی۔

آپ نے دریافت کیا "بچے کیوں رو رہے ہیں؟" عورت نے جواب دیا "بھوکے ہیں"

آپ نے اندر جھانکتے ہوئے فرمایا "لیکن تمہارے چولھے پر تو ہنڈیا چڑھی ہے"

عورت نے کہا "اس میں صرف پانی اُبل رہا ہے، بچوں کو بہلانے کے لئے میں نے ہنڈیا چولھے پر رکھ دی ہے"

یہ سُن کر حضرت عمرؓ مدینہ واپس آئے۔ آٹے کی ایک بوری اور کھانے کا سامان لیا، اور اپنی پیٹھ پر لاد کر روانہ ہوئے۔

غلام نے عرض کی "حضور! لائیے، یہ سامان میں اُٹھالوں۔ آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا۔ "لیکن قیامت کے دن تو تو میرا بوجھ نہ اُٹھا سکے گا۔

ایک رات آپ ایک عرب سے ملے، جو اپنے خیمے کے باہر خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ آپ اس کے قریب جاکر بیٹھ گئے۔ اور باتیں کرنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد خیمے کے اندر سے درد بھری چیخیں سنائی دینے لگیں۔

حضرت عمرؓ نے اِن چیخوں کی وجہ دریافت کی تو غریب آدمی نے جواب دیا کہ "میری بیوی درد میں مبتلا ہے وہ بچّہ جننے والی ہے اور گھر میں اس کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں۔"

آپ فوراً اپنے گھر پہونچے اور اپنی بیوی کو بیمار عورت کی خدمت کے لئے لے آئے۔

جلد ہی نیک دل خلیفہ کی نیک دل بیوی نے اندر سے آواز دی :۔

"امیرالمومنینؓ! اپنے دوست کو مبارکباد دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں فرزند عطا فرمایا ہے"

گنوار عرب کو یہ معلوم کرکے کہ اُس کی امداد کرنے والا خلیفۃ المسلمینؓ ہے۔ سخت حیرت ہوئی۔ آپ نے اُس کی پیٹھ تھپکی اور فرمایا :-

"دوست گھبراؤ نہیں، کل میرے پاس آنا۔ میں تمہارے بچّے کے لئے وظیفہ مقرر کر دونگا۔

ابرہہ

ایک دفعہ ایک امیر آدمی جو مسلمان ہو چکا تھا مدینہ منورہ میں خلیفۃ المسلمین کی، خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک غریب مسلمان کا پاؤں اس کی عبا پر آ گیا، جس پر وہ غضبناک ہو گیا۔ اور اسے ایک تھپڑ مار دیا۔ وہ اگرچہ غریب تھا۔ لیکن اس ظالمانہ طریق کو برداشت نہ کر سکا اور اس نے بھی نو مسلم کے چانٹا رسید کیا۔ اس پر ابرہہ سخت غصے میں آگیا۔ اور اُسے پکڑ کر حضرت عمرؓ کے دربار میں لے گیا حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

"تم نے جو کچھ کیا، اس کا پھل تمہیں

مِل گیا۔"

اس پر ابرہہ سخت مایوس ہوا اور کہنے لگا کہ میں اِس قدر طاقتور اور دَولت مند ہوں، جو شخص میری شان میں گستاخی کرے اس کا سَر قلم کر دینا چاہیے۔"

حضرت عمرؓ نے فرمایا "شہنشاہیت کا وہ دَور ختم ہو چکا ہے، اور ظلمات کا زمانہ نہیں رہا۔ اِسلام میں دَولت مند اور غریب میں کوئی امتیاز نہیں۔ چھوٹا اور بڑا برابر ہیں۔

ایک دن حضرت عمر فاروق کے لڑکے نے شراب پی لی۔ آپ نے اُسے کبھی ذروں کی شرعی سزا دی۔ لیکن آپ کو اندیشہ تھا کہ اِس خیال سے کہ یہ ایک جلیل القدر خلیفہ کا فرزند ہے۔ شاید ملازمینِ خلافت میں سے کوئی اُسے پوری سزا نہ دے چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھ سے بیٹے کی پیٹھ پر کوڑے مارے، یہاں تک کہ اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔

ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ اور ابی ابن کعب کے درمیان ایک تنازعہ ہو گیا۔ یہ مقدمہ زید بن ثابتؓ کے روبرو پیش ہوا۔ جب آپ کمرۂ عدالت میں پہونچے تو زیدؓ بن ثابت استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور آپ کے بیٹھنے کے لئے کرسی پیش کی۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا "یہ پہلی بے انصافی ہے۔ جو تم کر رہے ہو، میں یہاں مدعا علیہ کی حیثیت سے آیا ہوں، اور میرے ساتھ ایسا ہی سلوک ہونا چاہیئے جو فریق مخالف سے کیا جا رہا ہے۔

حضرت عمرؓ امورِ سلطنت میں کوئی قدم نہ اُٹھاتے، جب تک کہ دوسروں سے صلاح مشورہ نہ کر لیتے۔ اہم امور کے متعلق عوام کی رائے لینے صرف یہی نہیں کہ وہ عوام کی تجویز کو خوش آمدید کہتے، بلکہ اگر اُن کی رائے معقول اور پسندیدہ ہوتی تو اُسے قبول کرنے میں دریغ نہ کرتے۔

لوگ اپنی بیویوں کو بھاری بھاری حقِ مہر دینے لگے تھے۔ اور خلیفہ چاہتے تھے کہ اس کی اصلاح ہو جائے۔ چنانچہ ایک روز آپ نے یہ معاملہ مجلسِ مشاورت میں پیش کیا۔ اس مسئلے پر بحث ہو رہی تھی کہ مسجد کے ایک کونے سے ایک عورت پکار اُٹھی، اللہ کا فرمان ہے کہ اگر تم اپنی بیویوں کو،

سونے کا ڈھیر بھی دے چکے ہو تو اُن سے کچھ واپس نہ لو۔ حضرت رضؓ جھٹ بول اُٹھے "عورت سچ کہتی ہے عمرؓ غلطی پر تھا۔"

آپ لوگوں سے ہمیشہ فرماتے :۔

"مجھے میری غلطیوں سے آگاہ کرتے رہو۔ اور ایسے طور طریقے بتاتے رہو، جن سے میں تمہیں خوش اور مطمئن رکھ سکوں۔ اگر میں درست راستہ پر رہوں تو میرا ساتھ دیتے رہو۔ اور اگر میں کبھی ڈگمگا جاؤں تو میری اِصلاح کر دینا۔"

ایک روز جب آپ اِس موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے۔ مجلس میں سے ایک آدمی اُٹھا اور تلوار کھینچ کر بولا۔ "اگر تم کبھی راہِ راست سے ہٹے تو ہم تمہیں تلوار سے سیدھا کر لیں گے۔"

یہ سُن کر آپ بہت خوش ہوئے اور

فرمایا، الحمدللہ یہ میری انتہائی خوش قِسمتی ہے کہ میرے ہمراہیوں میں ایسے بہادر اور مخلص مسلمان موجود ہیں، جو میرے غلط قدم اٹھانے پر میری اِصلاح اور ہدایت پر آمادہ ہیں۔"

منصف مزاج

آپ ایک قابل، مہربان، اور منتظم حکمران تھے۔ آپ ایک بہادر جرنیل بھی تھے۔ اگرچہ خلیفہ بننے کے بعد کسی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے۔ تاہم آپ اپنے جرنیلوں کے دلوں پر حکومت کیا کرتے تھے۔ اور آپ کا دل ہمیشہ میدانِ جنگ میں رہتا تھا۔ مسلمانوں کو بیشتر، فتوحات آپ ہی کی ہدایات سے حاصل ہوئیں

آپ منصف مزاج، مہربان اور رحمدل تھے ہمیشہ غریبوں کی سی زندگی بسر کرتے اور اس پر فخر کرتے۔ کئی کئی دن تک آپ سفید آٹا نہ کھاتے یہ نہیں کہ آپ کو اس سے پرہیز تھا، یا دستیاب نہ ہوتا تھا، بلکہ آپ کی مالی حالت،

اس کی اجازت نہ دیتی تھی۔

آپ صرف پانچ ہزار درہم سالانہ پر گزر اوقات فرماتے رہے۔ یہ ایسی رقم تھی جو وظیفہ کے طور پر ان تمام صحابۂ کرام کو بھی ملتی تھی جو رسولؐ خدا کی معیت میں جنگِ بدر میں شامل ہوئے تھے۔

ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئے طبیبوں نے شہد تجویز کیا۔ شہد صرف بیت المال میں تھا۔ چنانچہ آپ مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور لوگوں سے پوچھا۔ اگر اجازت ہو تو میں بیت المال سے تھوڑا سا شہد اپنے لئے لے لوں۔ جمہوری حکومت کا اس سے بڑھ کر اور کیا مظاہرہ ہو سکے گا۔

شہادت

ابو لولو فیروز ایک ایرانی غلام تھا۔ ایک روز حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ اس کے مالک نے اس پر ایک بھاری ٹیکس لگا رکھا ہے۔

آپ نے پوچھا کس قدر ہے؟ اُس نے، جواب دیا "دو درہم روزانہ"

آپ نے دریافت فرمایا" تمہارا پیشہ کیا ہے؟"
اُس نے کہا "میں نجار، رنگساز اور آہن گر ہوں"

آپ نے فرمایا، یہ تو کچھ زیادہ نہیں"

اس پر ابو لولو ناراض ہو کر چلا گیا۔

اگلے دن وہ خنجر لے کر مسجد کے ایک کونے

میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب آپ نماز پڑھا رہے تھے، تو اس نے آپ پر حملہ کر دیا۔ لوگوں نے اسے پکڑ لیا۔ تو اس نے وہی خنجر اپنے پیٹ میں گھونپ کر خود کشی کر لی۔

جب آپ زخمی ہو کر گرے تو آپ نے پوچھا "قاتل کون ہے؟" لوگوں نے عرض کی:۔
"ابو لولو غلام"

آپ نے اطمینان سے کہا "خدا کا شکر ہے کہ میری موت کسی مسلمان کے ہاتھ سے نہیں ہوئی"

زخم مہلک تھے، اور سب جانتے تھے کہ آپ جانبر نہ ہو سکیں گے۔

پھر آپ نے اپنے بیٹے کو طلب فرمایا، اور ان سے کہا کہ "تم ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس جاؤ اور ان سے مجھے رسولؐ خدا

کے پاس دفنانے کی اجازت لو۔"

یہ اندوہ ناک خبر حضرت عائشہؓ تک پہنچ چکی تھی۔ اور آپ اس ناگہانی حادثے سے بے حد ملول تھیں۔ آپ نے خلیفۂ وقت کی خواہش کا پورا احترام کیا۔ اور تدفین کی اجازت بخوشی دے دی۔

فاروقِ اعظمؓ بھی اسی حجرے میں دفنائے گئے، جہاں حضورؐ سرکارِ دو عالم اور صدیق اکبرؓ دفن تھے۔

مطبوعہ صدیقیہ پریس ملتان